یہ شہادت گاہ بالاکوٹ کی ہے داستاں
چپہ چپہ پر جہاں للٰہیت کے ہیں نشاں

مشہد بالاکوٹ

۲۴ر ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ میں قصبہ بالاکوٹ ضلع ہزارہ (سرحد) کے میدان میں حضرت سیّد احمد شہیدؒ اور آپ کے جاں نثار مجاہدین نے ایک فیصلہ کن جہاد کیا تھا اور رضائے الٰہی میں کثیر تعداد میں جامِ شہادت نوش کیا تھا۔ اس جہاد کی ایک مختصر داستان اشعار میں پیش خدمت ہے۔

مولانا سیّد محمد ثانی حسنیؒ

طبع اول ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۷ء

نام کتاب	:	مشہد بالاکوٹ
شاعر	:	مولانا سیّد محمد ثانی حسنیؒ
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
صفحات	:	۳۲
کمپوزنگ	:	طارق اشرف (اپروچ کمپیوٹرز، امین آباد، لکھنؤ)

ملنے کے پتے

- ابراہیم بک ڈپو — مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)
- مجلس تحقیقات ونشریات اسلام — ندوۃ العلماء، لکھنؤ
- مکتبۂ اسلام — گوئن روڈ، امین آباد، لکھنؤ

ناشر
سید احمد شہید اکیڈمی
دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

فہرست

عرض ناشر

اسلامی شاہناموں نے دلوں کو گرمانے اور خفتہ جذباتِ ایمانی کو بیدار کرنے میں ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے، ہر دور میں اس کو ادب کا شاہکار سمجھا گیا ہے، زیادہ دور کی بات نہیں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنے بچپن کا قصہ لکھا ہے کہ ''ہمارے خاندان میں ایک بڑا اچھا دستور تھا کہ جہاں کہیں ایسا غمناک واقعہ پیش آتا، دل دکھے ہوئے ہوتے یا کوئی پریشانی کی بات ہوتی تو ''صمصام الاسلام'' سنی جاتی۔ .... جوش وخروش سے بھری ہوئی، درد واثر میں ڈوبی ہوئی، جنگ کا ایسا نقشہ کھینچتے کہ دل جوش سے اچھلنے لگتے ہیں اور نبض تیز ہوجاتی ہے۔شہادت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ خود راہِ خدا میں جان دینے کے لیے دل بے تاب ہوجاتا ہے اور صحابہ کرام اور مجاہدین کے غم کے سامنے آدمی اپنا غم بھول جاتا ہے۔'' (کاروان زندگی ۱/۸۲-۸۳)

یہ مولانا عبدالرزاق کلامیؒ کا وہ منظوم ترجمہ ''فتوح الشام'' ہے جو انہوں نے صمصام الاسلام کے نام سے پچیس ہزار اشعار میں کیا تھا اور اس وقت شریف گھرانوں میں اس کے پڑھنے کا رواج تھا جس کا بڑا اثر پڑتا تھا۔ مولانا، حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے قرابت قریبہ رکھتے تھے، کیا عجب ہے کہ ان

کی اسی نسبت نے ان کے اشعار میں یہ ایمانی حرارت بھردی ہو۔

حفیظ جالندھری کے شاہنامۂ اسلام نے بھی بڑی مقبولیت حاصل کی، شاہناموں میں خاص طور پر اس کو اہم مقام ملا۔ پاکستان کے مشہور شاعر جناب علیم ناصری صاحب نے خاص طور پر حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے حالات اور واقعات جہاد کو ''شاہنامۂ بالاکوٹ'' کے نام سے پیش کیا ہے جو خاصے کی چیز ہے۔

عم مرحوم مولانا سیّد محمد ثانی کو شاعری کا پاکیزہ ذوق ملا تھا، مولانا کا دیوان ''میزاب رحمت'' کے زیر طبع ہے۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے مولانا کو دو نسبتیں حاصل ہیں۔ ایک خاندانی نسبت، دوسرے سلسلہ کی نسبت۔ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی کے سفر بالاکوٹ میں مولانا ہی رفیق سفر بھی تھے۔ مولانا نے حضرت سیّد صاحب کے مجاہدانہ کارناموں اور واقعۂ شہادت کو منظوم پیش کیا ہے۔ اشعار میں روانی کے ساتھ درد بھی ہے۔ مولانا کا یہ مختصر شاہنامۂ بالاکوٹ کے نام سے حضرت مولانا محمد رابع حسنی مدظلہ کے مقدمہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا اور ایمانی حمیت پیدا کرنے میں اس سے مدد ملے گی۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ سيد المرسلين خاتم النبيين سيدنا محمد و علىٰ آلهٖ وصحبه الغر الميامين، ومن تبعهم با حسان الىٰ يوم الدين، اما بعد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے جاری رکھنا طے فرمایا، اور اس طرح آپ کو خاتم النبیین بنایا، آپؐ پر نبوت تو ختم ہوگئی لیکن اس کے کام کو جاری رکھنا طے فرمایا، جو آپ کی امت کی برگزیدہ شخصیتوں کو انجام دینے کا ذمہ دار طے فرمایا، چنانچہ اس اہم کام کے انجام دینے کے پر اثر، عملی نمونے اس امت کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ظاہر ہوتے رہے، اور حالات کے بگڑنے پر ان کی اصلاح کے لیے اور اس کام کی انجام دہی کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے افراد کھڑے کیے جاتے رہے، جنھوں نے حالات کے دھارے کو موڑا، اور اسلامی احکامات پر عمل کرنے کو اپنی پر تاثیر کوششوں سے رواج دیا۔ انہیں میں تیرہویں صدی ہجری کے مرد مجاہد اور مجدد حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، انہوں نے اسلام کے عصر اول کی تاریخ کو اپنا نمونہ بناتے ہوئے حالات کو تبدیل کرنے اور عہد اول کے مسلمانوں کے طرز کو دہرانے کی کوشش کی، اور ترتیب تقریباً وہی رکھی جس کا اعلیٰ نمونہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی و مدنی زندگی

میں ملتا ہے، انہوں نے اولاً عوام کی اصلاح کی کوششوں کا فریضہ انجام دیا جو وعظ و نصیحت اور اخلاق و سیرت کی حکیمانہ تدبیروں کے ذریعہ تھا۔ پھر ہجرت کے عمل کو اپنایا، اور پھر مدنی زندگی کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھتے ہوئے جہاد کا فریضہ انجام دیا۔

وہ ہجرت کر کے مغربی ہندوستان کے اس علاقہ میں گئے جہاں ان کو قیام کرنے اور اپنا مرکز عمل بنانے کا موقع نظر آیا۔ وہاں سے انہوں نے جہاد کے عمل کا آغاز کیا، اور اس کو پوری طرح سنت کے مطابق انجام دینے کی کوشش کی، جس میں حصول اقتدار، جاہ طلبی یا بے جا اقدام یا طاقت کا بے موقع استعمال بالکل اختیار نہیں کیا، ان کی یہی احتیاط تھی کہ جس کی وجہ سے وہاں کے ارد گرد کے حکمرانوں نے جن کو مسلمان ہونے کے باوجود ایمانی زندگی کا وثوق نہ تھا، ان کا صحیح طور پر ساتھ نہیں دیا، اور وہاں اپنے قیام کے دوران ایک مرحلہ میں ان پر دشمن کا اچانک حملہ ہوا، اور ان کو مجاہدوں کی تعداد کی کمی کے باوجود دشمن کا سامنا کرنا پڑا، اور مقابلہ ہوا، لیکن دشمن نے اپنی طاقت اور چالاکی اور اچانک اقدام سے ان کی طاقت کو شکست دیدی۔

انہوں نے اور ان کے مجاہد رفقاء کی خاصی تعداد نے جام شہادت نوش کیا، اس طرح دنیا کے مروجہ طریقہ کے لحاظ سے وہ ناکام رہے، لیکن اسلامی روح اور مزاج کے اعتبار سے انہوں نے قرآن وحدیث کی ہدایت کی جس طرح پابندی کی، اور اپنی دعوت اور حسن عمل سے اہل ایمان کی خاصی تعداد تیار کردی، اس کے ہوتے ہوئے اگر چہ انہوں نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی، لیکن ایمانی اثرات اور وسیع پیمانہ پر اصلاح کے انجام

دینے کے لحاظ سے وہ پوری طرح کامیاب کہلانے کے مستحق رہے، اور اخلاص وعزیمت اور ایمان وجہاد فی سبیل الحق کی انہوں نے جو مثال قائم کی وہ رہتی دنیا تک قابل قدر سمجھی جاتی رہے گی۔

اس کی داستان کو مختلف اہل قلم نے پیش کیا ہے، اور شعر وسخن میں بھی اس ڈھالا گیا ہے، شعر وسخن میں ڈھالنے کی ایک کامیاب مثال مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشکش ہے، جس میں واقعات کو پراثر طریقہ سے ادا کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس پڑھنے سے واقعات کا علم اور ان سے ہونے والا تأثر حاصل ہوتا ہے۔

مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ دعوتی مزاج کے حامل اور دینی کوششوں کے قدرداں تھے، اس کے ساتھ ساتھ اپنے خیالات واحساسات کو شعری سانچے میں ڈھالنے کی ان میں اچھی صلاحیت تھی۔ ان کا شعری اظہار پُر مغز بھی ہوتا تھا اور مؤثر بھی، جس کا اندازہ ان کے اس منظومہ سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے حضرت سید احمد شہیدؒ کے واقعہ بالاکوٹ کو پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے اس مخلصانہ عمل کو قبول فرمائے، اور اس سے سبق لینے کی جو گنجائش ہے اس سے بہرہ ور فرمائے۔

محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

۹/ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ، جمعرات
۱۲/دسمبر ۲۰۰۶ء

مشہد بالاکوٹ

ہم سنائیں آج تم کو ایک ایسی داستاں
جس کے دامن میں ہیں سمٹیں سیکڑوں قربانیاں
داستاں وہ داستاں جو ہے بہت ہی خونچکاں
آج تک آنسو بہاتے ہیں زمین و آسماں
یہ شہادت گاہِ بالاکوٹ کی ہے داستاں
چپّہ چپّہ پر جہاں للّٰہیت کے ہیں نشاں
کون بالاکوٹ؟ جو ہے مخزن لعل و گہر
مطلع انوار جو ہے مدفنِ شمس و قمر
مختصر سی ایک بستی نام بالاکوٹ ہے
اور قریب اس کے ذرا سا ایک مٹی کوٹ ہے
چاروں جانب اونچی نیچی ہے پہاڑوں کی قطار
بہہ رہا ہے شور کرتا کتنا دریائے کنہار
راستے ہیں پیچدار اور وادیاں دشوار ہیں
منزلیں ہیں سخت بے حد گھاٹیاں خمدار ہیں

عبرت کی نگاہ سے

داستاں یہ ہے جہاں کی وہ دکھائیں ہم تمہیں
داستاں ہے جن کی یہ اُن سے ملائیں ہم تمہیں
آج ہے تاریخ چوبیس اور ذی قعدہ کا ماہ
سن ہے بارہ سو چھیالیس اور ہجری سال و ماہ
آہ! بالاکوٹ کی کیسی شبِ دیجور ہے
اللہ جانے آج کیا اللہ کو منظور ہے

یہ غازیان دیں

ہیں جمع کتنے مجاہد باندھ کر سر سے کفن
شوق میں کتنے شہادت کے ہیں سرشار و مگن
وہ مجاہد سربکف اور جاں سپار و سرفروش
جان دینے کا جنہیں ہے بے پناہ جوش وخروش
وہ مجاہد ناز ہے جن پر بڑا اسلام کو
تج دیا حق پر جنہوں نے راحت و آرام کو
وہ مجاہد ہیں شہادت کے تصور سے نہال
نور سے معمور چہرے، خوش خصال وخوش نہال

وہ مجاہد جن کا تقویٰ میں نہیں کوئی مثیل
جن کے اعلیٰ ہیں مقاصد اور امّیدیں قلیل
وہ مجاہد رات میں کرتے ہیں اشکوں سے وضو
اور دِن میں راہِ مولیٰ میں گراتے ہیں لہو
وہ مجاہد جن پہ خود تلوار کو بھی ناز ہے
جن کا ہر فرد و سپاہی اک عقاب و باز ہے
نغمۂ شوقِ شہادت گنگناتا ہے کوئی
زیرِ لب اک بے خودی میں مسکراتا ہے کوئی
آیتیں قرآن کی پڑھ کر سناتا ہے کوئی
کیا فضائل ہیں شہادت کے بتاتا ہے کوئی
دیدہ و دِل پر ہے طاری اک شہادت کا نشہ
عشق مولیٰ نے بنایا اس کو پھر دو آتشہ
جس کو دیکھو عشقِ مولیٰ کے نشہ میں چور ہے
اور شہادت کے نشہ میں بے خود و مخمور ہے
ہے ہر اک کا پاک دامن پاک ہیں قلب ونظر
صاحبِ عقل وخرد اور صاحب دِل، دیدہ ور
الغرض ٹھہرا یہاں ہے ایک ایسا کارواں
جو ہے حق کا پاسباں، حق بھی ہے اس کا پاسباں

حضرت سیّد احمد شہیدؒ

ہیں امیرِ کارواں حضرت امام المتقیں
رہبر راہِ طریقت ہادئ دینِ مبیں
فخرِ سادات و امیر المومنین عالی مقام
سیّد احمد جو کہ ہیں اللہ والوں کے امام
پیکر صدق و صفا اور صاحب حلم و حیا
معدن عدل و ورع اور مصدرِ جود و سخا
ہند میں حق کا جنھوں نے بول بالا کردیا
بے خدا انسان کو اللہ والا کردیا
زندگی بخشی جہاد فی سبیل اللہ کو
حق کا متوالا بنایا رند کو گمراہ کو
جو بھی بیٹھا ایک لمحہ صحبت اکسیر میں
رہ گیا وہ عمر بھر پھر عشق کی زنجیر میں
اللہ اللہ ہے کشش کتنی رخِ تنویر میں
جملہ جملہ وعظ کا ڈوبا ہوا تاثیر میں
اِک نظر جس نے بھی دیکھا ہوگیا اُن کا غلام
ہوگیا پکّا موحّد کی عبادت صبح و شام

آپ سے سب کا تعلق خادمانہ ہوگیا
غازیوں کو عشق ایسا والہانہ ہوگیا
دیکھتے ہیں روز و شب پُر نور صورت آپ کی
قدر ایسی! کیا کرے گا کوئی اپنے باپ کی
دیکھتے ہیں اور خوشی سے پھول جاتے ہیں سبھی
دیکھتے ہیں، ما سوا کو بھول جاتے ہیں سبھی
کتنی صورت ہے پیاری کیا ادا ہے دلربا
دیکھ کر یہ پیاری صورت یاد آتا ہے خدا
اک اشارہ ہو اگر تو جان دیدیں سب ابھی
کردیں قرباں مال سارا آن دے دیں سب ابھی
گلشنِ اسلام میں ہے جن کے دم سے آب وتاب
آسمان ہند کا وہ ایک روشن آفتاب
جن کی پیاری ہر ادا پر زندگی کو ناز ہے
رحمت ہر نفس ہم راز ہے دم ساز ہے

شاہ اسماعیل شہیدؒ

اور امیر کارواں کے ہیں رفیق و ہم رکاب

شاہ اسمٰعیل صاحبؒ ہند کے وہ ماہتاب
سنت و توحید کے علم و عمل کے آفتاب
جن کے دم سے شرک و بدعت کا ہوا خانہ خراب
وہ عظیم المرتبت انسان حق کے پاسباں
مرکز علم و عمل ہیں اور شریعت کے نشاں
جو ہیں واعظ شبنم افشاں، ہیں خطیب شعلہ بار
مرد دانا، مرد حق اور زہد و تقوی کے شعار
خاندانِ شاہ ولی اللہؒ کے چشم و چراغ
جن کی کوشش سے ہوا اسلام کا شاداب باغ

فدا کارانِ حق

ایک ہی عالم نہیں ہے سیکڑوں عالم ہیں ساتھ
اور جن پر علم کو ہے ناز وہ عالم ہیں ساتھ
ساتھ وہ بھی جو رہے تھے صاحبانِ دل کبھی
ساتھ وہ بھی جو بنے تھے ساقیٔ محفل کبھی
ساتھ ہیں اصحابِ دولت اور ہیں مزدور بھی
شوکت و قوت کے مالک اور ہیں مجبور بھی

الغرض سب ہی جمع ہیں وہ فدا کارانِ حق
دشمنانِ شرک و باطل اور پرستارانِ حق
ان میں ادنیٰ اور اعلیٰ سب کے سب ممتاز ہیں
غمگسار اک دوسرے کے ہمدم ودمساز ہیں

معرکہ ہونے کو ہے

حق وباطل کا یہاں اب معرکہ ہونے کو ہے
ہر مجاہد اپنا چہرہ خون سے دھونے کو ہے
یا تو جنت ہی ملے گی ہو گی یا فتح مبیں
آسماں بن کر رہیں گے یا تو پھر زیر زمیں
لو شب تاریک گذری ہوگئی آخر سحر
آگیا وہ وقت کردیں شوق سے جانیں نذر
چھا گئے یک لخت دشمن کتنے مٹی کوٹ پر
زور سے تا کہ کریں وہ حملہ بالا کوٹ پر
ناگہاں آمد پہ ان کے سب کو حیرت ہوگئی
پھر بھی حضرت کی وجہ سے سب کو ہمت ہوگئی
جو نظر آئی مسلمانوں کو فوج دشمناں

ہوگئے تیار آخر لے کے شمشیر و سناں
کر رہے ہیں تیز کتنے اپنی تلواروں کی دھار
آج ٹکرا کے رہیں گے اس جگہ پر نور و نار
اپنی آنکھوں ہر مجاہد نے شہادت دیکھ لی
اور شہادت کے پسِ پردہ ہی جنت دیکھ لی
خوف طاری کچھ نہیں ان کے قلوب پاک پر
ان کا ایماں ہے یہ فرمانِ شہہ لولاک پر
بس حرام اس ذات پر ہوگی جہنم کی یہ نار
جسم پر جس کے پڑے گا راہ مولیٰ کا غبار

اصل خدا کی رضا

اک مقامی شخص بولا کتنی زیادہ فوج ہے
دشمنوں کی ہائے کتنی یہ مسلح فوج ہے
بولے حضرت خان بھائی تم نے کیا یہ کہہ دیا!
قلت و کثرت ہے کیسی شوکت و قوت ہے کیا؟
اصل میں مقصود ہے حاصل خدا کی ہو رضا
ہو اگر راضی خدا تو ہار بھی ہے حق بجا

ہو نہ بالکل جو بھروسہ اس خدائے پاک پر
جیت جائیں ہم اگر تو جیت ایسی خاک پر
دیکھتے ہی خون سب کا آگیا ہے جوش پر
ہے لبوں پر ذکر مولیٰ اور ساماں دوش پر

ارباب بہرام خاں

باوفا حضرت کے ہیں ارباب اک بہرام خاں
جاں نثاری ہے شعار ان کا اور ہمت ہے جواں
صرف ہے شوقِ شہادت ان کے دل میں موجزن
جان دیدوں حق پہ میں یہ ان کے دل میں ہے لگن
بولے یہ بہرام خاں آکر کے حضرت کے حضور
میں ہوں اک ناچیز بندہ، میں ہوں سرتاپا قصور
اے امیر المؤمنیں عالی مقام و عالی قدر!
راہِ مولیٰ میں ہے حاضر لیجیے یہ میرا سر
ایک کیا ہر ہر مجاہد حاضر خدمت ہوا
وعظ کا ہر ایک جملہ باعث قوت ہوا

آخری نماز

مسجد بالا میں حضرت سید عالی مقام
غازیانِ دینِ حق کے آج ہیں آخر امام
کتنا با برکت قیام ہے کتنا بابرکت سجود
پھر نصیب ہو گا نہیں ایسا قیام ایسا قعود
اقتدا میں آپ کی آج آخری ہے یہ نماز
ہیں فدا کارانِ حق میں کتنے محمود و ایاز
مسجد بالا میں حضرت دیر تک ٹھہرے رہے
بند دروازہ کیا دل سے دعا کرتے رہے
اور باہر غازیانِ دین بھی تیار ہیں
لیس ہتھیاروں سے ہیں اور برسر پیکار ہیں

بالاکوٹ کا پہلا شہید

ایک غازی کا سنو تم کتنا پیارا حال ہے
رشک کے قابل ہے سب کے جو کہ اسکا حال ہے
ایک جانب ہے پکاتا دیگچی میں کھیر کو
ہے مگر منظور کچھ اور کاتبِ تقدیر کو

رنگ چہرے کا خوشی سے اس کا بدلا ناگہاں
اور بولا دیکھ کر غازی وہ سوئے آسماں
سُرخ کپڑوں میں یہ دیکھو سامنے اک حور ہے
روح پرور ہے سماں، کتنی فضا پر نور ہے
اے دلِ بے صبر! کیا ہے لطف اتنی دور سے
اب تو کھاؤں گا وہیں جا کر دست حور سے
یہ کہا پھر پھینک کر یکدم اٹھا آگے بڑھا
کود کر میدان میں بڑھتا رہا لڑتا رہا
ہو گیا آخر وہ بالا کوٹ کا پہلا شہید
جان دیدی راہ مولیٰ میں ہوئی پھر اس کی عید

شہادت کا شوق

ایک غازی نے کہا کس شوق سے با چشم تر
اب تلک کتنا تھا میں ناقص خیال و بے نظر
تھا ستاتا اب تلک مجھ کو خیال اہلِ وطن
ہیچ ہے اب یہ وطن، بیکار ہے اب مال و تن
اب تو مجھ کو ایک ہی رہ رہ کے آتا ہے خیال

جلد میری ہو ملاقات خدائے ذو الجلال
جلد یا رب نوش میں جام شہادت کو کروں
آنکھیں پھر مخمور ہوں تیری زیارت جو کروں

کس نے مجھے آواز دی

مسجد بالا میں حضرت کا ادھر حجرہ کھلا
غور سے دیکھا سبھوں کو اور مبارک لب کھلا
پھر یہ فرمایا، سنو! کس نے مجھے آواز دی؟
بولے یا حضرت! کسی نے بھی نہیں آواز دی
دیر میں فرمایا پھر کس نے پکارا ہے مجھے
یا خدائے ذو الکرم کا اک اشارا ہے مجھے

مسجد زیریں میں

الغرض پھر آپ نکلے اور تیزی سے چلے
پیچھے پیچھے غازیانِ دیں بھی پھر ہو لیے
مسجدِ بالا سے اترے مسجد زیریں گئے
با سکون و عزو شان و شوکت و تمکیں گئے

مسجدِ زیریں میں حضرت دیر تک ٹھہرے رہے
غازیوں سے قیمتی اور مشورے کرتے رہے

اچانک حملہ

مسجد زیریں کے آگے ہیں بہت دھانوں کے کھیت
بن گئے وہ جیسے دلدل بھیگ کر پانی سے کھیت
پھر اچانک آپ دوڑے اور آگے بڑھ گئے
جا گھسے دلدل میں حضرت اور اوپر چڑھ گئے
آپ کھیتوں سے چلے، پھُرتی ہے کتنی آپ میں
بے پناہ شوقِ شہادت موجزن ہے آپ میں
ہوگئے پھر آپ مٹی کوٹ کے نالہ کے پار
آڑ لی پھر ایک پتھر کی کریں پھرتا کہ وار
غازیوں کی اک جماعت لے کے شمشیر و تبر
اس طرف کو تیز دوڑی عالی حضرت ہیں جدھر
چند نمازی ساتھ ہیں اور ساتھ ہیں بہرام خاں
سر کیے بندوق ریفل اور فرا بیں و سناں
پھر مسلسل غازیوں کی ٹولیاں چلنے لگیں

پڑگیا گھمسان کا رَن گولیاں چلنے لگیں
اک نظر جھپکی تو حضرت پارِ دلدل ہوگئے
دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگئے

فتح ونصرت

غازیوں نے بڑھ کے آگے دشمنوں کو جالیا
جو بھی بھاگا دشمنوں سے اس کو جا کر پالیا
سامنے جتنے بھی دشمن آئے سب مارے گئے
ہوگئے واصل جہنم آگ میں سارے گئے
جو بچے واپس وہ مٹی کوٹ پر چڑھنے لگے
غازیوں کی گولیوں سے گر کے پھر مرنے لگے
جو پہاڑی پر ہیں دشمن گولی برسانے لگے
گولیوں کے ساتھ پتھر بھی وہ برسانے لگے
بھر گیا پوری فضا میں کارتوسوں کا دھواں
گولیوں کی اتنی بارش الحفیظ والاماں!
غازیوں کو الغرض جب فتح و نصرت ہوگئی
پھر خدا کی اور ہی کچھ یہ مشیت ہوگئی

حضرت شہید ہوگئے

شور اٹھا ہر طرف حضرت نظر آتے نہیں
ڈھونڈھتے ہیں آپ کو لیکن کہیں پاتے نہیں
کوئی کہتا ہے کہ حضرت ہوگئے آخر شہید
بد نصیبی ہے ہماری ہوگئے محرومِ دید
وہ امیرِ کارواں عالی مقام و عالی قدر
وہ امیر المؤمنین و نائب خیر البشر
آہ رخصت ہوگیا ہے عام تھا جس کا کرم!
کارواں کے دل سے پوچھو ہوگیا کتنا ستم!
کارواں کو چھوڑ میر کارواں جاتا رہا
گلستاں اجڑا امینِ گلستاں جاتا رہا
کیسے پہونچیں گے بتاؤ دور منزل ہوگئی
اس کے جانے سے ہماری سرد محفل ہوگئی
آہ وہ جاتا رہا جو نازشِ اسلام تھا
اور جہاد فی سبیل اللہ جس کا کام تھا
دیکھتے ہی دیکھتے ہائے خدا کیا ہوگیا

وہ گئے کیا کارواں کا بخت سارا سو گیا
سر زمین کوٹ کتنی آج خوں آشام ہے
ہر مجاہد آج کتنا کشتۂ آلام ہے

بدحواسی کا عالم

چھوڑ کر حملہ کو غازی بدحواس و بے قرار
ڈھونڈھنے کو چل پڑے حضرت کو ہو کر اشکبار
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں غازی گولیوں کی چھاؤں میں
زخم خوردہ جسم ان کے آبلے ہیں پاؤں میں
الغرض ہر ایک غازی پر اداسی چھا گئی
سب کو حضرت کی عدم موجودگی تڑپا گئی
ہو گیا ہر اک بے خود بے سکت بے اختیار
مضطرب بے چین و بے کل بدحواس و بے قرار

شاہ اسمٰعیلؒ کی بے چینی

شاہ اسمٰعیلؒ نے بے چین ہو کر یہ کہا
کیا ہوا حضرت کو میرے اے رفیقو! کیا ہوا؟

زندگی بیکار ہے اب میں بھی جاتا ہوں وہاں
میرے آقا، میرے رہبر، میرے حضرت ہیں جہاں
جب کہ حضرت ہی نہیں تو جی کے ہم سب کیا کریں
آؤ ملکر سب چلیں باب شہادت وا کریں
یہ کہا آگے بڑھے اور بے جھجک لڑتے رہے
دشمنوں سے دو بدو وہ بے کمک لڑتے رہے

شاہ اسمٰعیل رحؒ شہید ہو گئے

ان کے ماتھے پر اچانک ایک گولی پڑ گئی
تر کیا ڈاڑھی لہو سے کام اپنا کر گئی
مسکرا کر جان دیدی پھر تو پائے یار پر
فتح پائی در حقیقت اپنی ظاہر ہار پر
رحمتِ باری تعالیٰ کو پیار آ ہی گیا
"عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا"
کر لیا حاصل خدا کے بے شمار اکرام کو
ہوگیا نقصان لیکن ملتِ اسلام کو
آہ! وہ مرد خدا اور حق نما رخصت ہوا

مرد دانا چھوڑ کر دارِ فنا رخصت ہوا
وہ گیا، مرجھا گیا اسلام کا شاداب باغ
حق پرستوں کے دلوں کو کر گیا وہ داغ داغ

آہ! حضرت شہید اور شاہِ شہید

حضرت سید شہیدؒ اک قافلہ سالار تھے
شاہ اسمٰعیل صاحبؒ نائبِ سالار تھے
ہوگیا کتنا خسارا، چھپ گیا وہ آفتاب
غم پہ غم اس پر چلا روپوش ہو کر ماہتاب
ان کے جانے سے جہاں پر اک سیاہی چھا گئی
وہ گئے دنیا سے کیا سب پر تباہی چھا گئی
جن سے یہ سارا چمن سرسبز تھا شاداب تھا
جن کے دم سے سارا گلشن گلشنِ نایاب تھا
ان کے جانے سے چمن کی ہر کلی کمھلا گئی
گلستاں میں آج کیا آندھی چلی جھلسا گئی
حادثہ ایسا ہوا سب اس پہ ہیں ماتم کناں
یہ فضا آب و ہوا اور یہ زمین و آسماں

پانسہ پلٹ گیا

بدحواسی دیکھ کر دشمن نے حملہ کردیا
زخم خوردہ، دل شکستوں پر یہ ہلّہ کردیا
غازیوں نے دیکھا پلٹے اور مقابل ہوگئے
اس قلیل عرصہ میں کتنے منھ لہو سے دھو گئے
حادثہ سے غازیوں پر سکتہ طاری ہوگیا
پھر تو کیا ہے دشمنوں کا پلّہ بھاری ہوگیا
قتل و غارت کا پھر ایسا ایک چکر سا چلا
بن گیا میدان بالا کوٹ مثل کربلا
کیا لڑیں غازی یہاں پر کوئی رہبر ہے نہیں
دل کو تھامے کون اُن کے کوئی دلبر ہے نہیں
منتشر ہو ہو کے غازی ہر طرف لڑنے لگے
اور دشمن راہ پا کر ہر طرف بڑھنے لگے

عام شہادت

آسماں سے ٹوٹ کر کتنے ستارے گر گئے

مہر و ماہ و آفتاب و ماہ پارے گر گئے
آہ! کتنے آج مردانِ خدا رخصت ہوئے
حق پہ دے کر جان کو دار بقاء رخصت ہوئے
خون سے لت پت ہیں لاشیں غازیان دین کی
پا گئیں آرام روحیں داعیانِ دین کی

باقی خدا کا نام ہے

جو کہ دیکھا خواب تھا وہ آج بے تعبیر ہے
کتنی یہ تدبیر سے روٹھی ہوئی تقدیر ہے
مرکز ظلم و ستم ہے آہ بالا کوٹ آج
آہ! کیسا لٹ گیا ہے شرع ودیں کا تخت وتاج
تین سو لاشیں پڑی ہیں آج بے گور و کفن
آہ! یہ مظلوم کتنے ہیں غریبانِ وطن
دیکھ کر آنکھوں پہ سب کے اک اندھیرا چھا گیا
رو رہے ہیں سارے دل، منھ کو کلیجہ آ گیا
کتنا بالا کوٹ کا منظر یہ ہیبت ناک ہے
شور تھا کل کیا یہاں پر آج اڑتی خاک ہے

اس جہانِ رنگ و بو میں گردشِ ایام ہے
سب کو لازم ہے فنا باقی خدا کا نام ہے

بالاکوٹ کہتا ہے

سن لی تم نے آج میری داستان خونچکاں
دیکھ کر کے جس کو لرزے کیا زمیں کیا آسماں
داستاں سن کر کے تم ہو کتنے زیادہ اشکبار
دیکھ کر دھرتی کو میرے ہوگئے ہو بے قرار
موت سے گھبرا گئے تم خون سے لرزاں ہوئے
اتنی جانیں جو گئیں تم ان پہ کیوں ترساں ہوئے
میں نے مانا حادثہ یہ ہے بہت ہی دل خراش
اس کو سن کر ہوگیا ہے سخت دل بھی پاش پاش
میں نے مانا یہ شہیدانِ وفا مظلوم ہیں
یہ خدا کے لاڈلے ہیں کتنے یہ معصوم ہیں
ہوگئی سیراب خوں سے آہ یہ میری زمیں!
ہوگئی کتنی شکن آلود یہ میری جبیں!
میں نے دیکھا جو بھی منظر میں بتا سکتا نہیں

میں زباں پر آہ اس کو آج لا سکتا نہیں
مجھ سے بڑھ کر غم زدہ تم ہو نہیں سکتے کبھی
رو چکا ہوں جتنا میں تم رو نہیں سکتے کبھی
مجھ پہ غم اتنا پڑا کہ میرا سینہ پھٹ گیا
ہوگیا دل ٹکڑے ٹکڑے اور کلیجہ کٹ گیا
کچھ نہیں لیکن سنو تم اتنے غم سے فائدہ
ہائے واویلا غلط ہے چشم نم بے فائدہ
شک نہیں اس میں ذرا بھی، موت سب کو آئیگی
بچ نہیں سکتا ہے کوئی، کھینچ کر لے جائے گی
کتنے مرتے ہیں گھروں میں مبتلا اس حال میں
دل پھنسا رہتا ہے ان کا مال و زر کے جال میں
رشک کے قابل ہے وہ کہ جس نے حق پر جان دی
پی لیا جامِ شہادت مسکرا کر جان دی
یہ مبارک ہستیاں جامِ شہادت پی گئیں
جان دیدی حق پہ سب نے اور حق پر جی گئیں
دین کے خاطر انھوں نے دیں بہت قربانیاں
چھوڑ کر کے مال و دولت، عیش و تن آسانیاں
کوئی ان کے کارناموں کو مٹا سکتا نہیں

بھولنا چاہے اگر پھر بھی بھُلا سکتا نہیں
خون کا ہر قطرہ ان کا رنگ لائے گا ضرور
اپنی محنت کا صلہ ہر ایک پائے گا ضرور
تھی تمنا جو بھی ان کی ان کو حاصل ہوگئی
رحمت حق سے ہر اک کی روح واصل ہوگئی
جان دے کر حق پہ تم کو دے گئے درسِ حیات
کر دیا ہے ان سبھوں نے حق سے روشن کائنات
خون کا ہر قطرہ کہتا ہے زبانِ حال سے
نکلو تم للہ قیل و قال کے جنجال سے
شوکت وقوت ہے کیا یہ مال و زر کچھ بھی نہیں
بے خدا شام و سحر علم و ہنر کچھ بھی نہیں
زندگی وہ موت ہے جس میں نہ ہوں قربانیاں
ہیچ ہے یہ عیش کوشی، ہیچ تن آسانیاں
موت کی مانند جانو مت شہادت تم کبھی
اس کی سمجھا ہے نہ سمجھو گے حقیقت تم کبھی
زندگی ہے یہ شہادت اور ایسی زندگی
جس کو حاصل ہے سنو دونوں جہاں تابندگی
عارضی ہے یہ جہاں کیسی خزاں کیسی بہار

زندگی سے پیار چھوڑ و موت سے ہو ہم کنار
زندگی اپنی بناؤ تم سراپا انقلاب
ہے اندھیری ساری دنیا بن کے نکلو آفتاب
سید احمدؒ اور اسماعیلؒ کیا بیکار تھے؟
زندگی سے یا وہ اپنی ناخوش و بیزار تھے؟
یا یہاں دولت کی لالچ کھینچ لائی تھی انھیں
یا حکومت کی طمع اور حرص لائی تھی انھیں؟
راحت و آرام کو وہ چھوڑ کر آئے تھے کیوں؟
دور اتنی، بے وطن تیرو تبر کھائے تھے کیوں؟
دوسرے غازی بھی تھے کیا بے زرو اہل و عیال
ہر طرف ان کے نہیں تھا کیا کبھی دنیا کا جال؟
میں سمجھتا ہوں کہ تھے سارے کے سارے کام کے
ہاں مگر تھے عاشقِ صادق خدا کے نام کے
جب کہ دیکھا گلشنِ اسلام پر آئی خزاں
کفر تک لینے لگا اسلام کی جب چٹکیاں
ہوگیا اسلام جب جبرو تشدد کا شکار
تنگ مسلم پر ہوا جب ہند کا سارا دیار
اشکبار ہو کر کے نکلے وہ گھروں کو چھوڑ کر

بے قرار ہو کر نکلے بندھنوں کو توڑ کر
ہوگئے قربان سب حق کی رضا کے واسطے
مسکرا کر جان دیدی اک خدا کے راستے
چاہتے ہو تم اگر اللہ کو راضی کرو
فکرِ جان و مال کو پھر قصۂ ماضی کرو
زندگی اپنی لگاؤ اس پیارے کام پر
روشنی حاصل کرو تم ان سے ہر ہر گام پر
ہیں ابھی موجود وہ ابھرے ہوئے نقش قدم
اور ابھی تک خوں سے بالاکوٹ کی مٹی ہے نم
نقش پا پر ان کے چل کر پاؤ گے منزل کو تم
کھیل کر طوفان سے پا جاؤ گے ساحل کو تم